حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجتماعی تکذیب پاکستانی قوم کو ہلاکت کی طرف لے جارہی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ مئی بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ (یونس: ۱۲)

پھر فرمایا:

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ان کی بداعمالیوں کے نتائج پیدا کرنے میں اور ان کے برے اعمال کا شر ان تک پہنچانے میں اسی طرح جلدی کرتا جس طرح وہ خیر کی توقعات میں جلدی کرتے ہیں، اور دنیا کے اموال اور دنیا کی دولتوں کے حصول کے لئے جلدی کرتے ہیں یا اپنے اچھے اعمال کے پھل کے لئے جلدی کرتے ہیں تو یقیناً اس دنیا میں ان کی صف لپیٹ دی جاتی اور ان کی بداعمالیوں کے نتیجے میں ان کی جو ہلاکت مقدر ہے وہ اس سے بہت جلدی آجاتی جتنا ان کے وہم وگمان میں ہے۔ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا پس ہم ان لوگوں کو جو ہماری لقاء کی توقع نہیں رکھتے ان کی اپنی ہی بداعمالیوں کی طغیانیوں میں اس طرح بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں جیسے اندھا ٹٹولتے ہوئے راہ پر چلتا ہے۔

یہ تشریحی ترجمہ ہے اس آیت کریمہ کا جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی۔اس کا اطلاق کافروں پر ہوتا ہے ان لوگوں پر ہوتا ہے جو خدا کی لقاء کی توقع نہیں رکھتے لیکن مومنوں کے لئے بھی اس آیت میں بہت ہی نشانات ہیں اور بہت ہی غور وفکر کے مقامات ہیں اور کافروں کی جو تقدیر یہاں بیان کی گئی ہے دراصل اس کی بنیاد انسانی فطرت پر ہے اور انسانی فطرت کے لحاظ سے مومن بھی اس فطرت میں شریک ہے۔اگر چہ اس کی فطرت بعض حالات میں مختلف رنگ میں ردعمل دکھاتی ہے لیکن جہاں تک فطرت انسانی کا تعلق ہے وہ کافر اور مومن میں یکساں ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ایک انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ اچھی چیز کے لئے وہ جلدی کرتا ہے اور اپنی بداعمالیوں پر نگاہ نہیں کرتا اور غلط کاموں کے نتائج سے نہ صرف یہ کہ غافل رہتا ہے بلکہ ایک موہوم سی توقع لگائے رکھتا ہے کہ شاید وہ نتائج نہ ہی نکلیں۔ یہ وہ فطرت ہے جو کافر اور مومن دونوں میں مشترک ہے، یہ ایسی فطرت ہے جس میں بچے بھی اسی طرح مبتلا ہیں جس طرح جوان اور بوڑھے۔ایک سکول کا بچہ جب امتحان دے کر آتا ہے تو جہاں تک اس کے پرچے کے اس حصے کا تعلق ہے جہاں اس نے اچھا جواب دیا ہو، وہ امید رکھتا ہے کہ وہ نمایاں اور روشن ہو کر ممتحن کو دکھائی دے گا اور اس کے لئے گنجائش ہی کوئی نہیں نمبر کاٹنے کی اور جو برا پرچہ کیا ہوا ہو اس کے متعلق اپنی تصور کی آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ ممتحن کو شاید نظر نہ آئے۔وہ غالباً سرسری طور پر گزر جائے گا اور ہر غلطی کو پکڑ نہیں سکے گا۔اب یہ ایک سادہ سی بات ہے اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں لیکن یہی بات جب روزمرہ کی زندگی میں انسان کے اعمال سے تعلق رکھتی ہے اور سنجیدہ اعمال سے تعلق رکھتی ہے تو پھر مومن اور کافر کے ردعمل میں ایک فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

کافر اپنی بداعمالیوں سے اسی طرح بے خبر رہتا ہے جیسے ایک بچہ اپنے غلط حل کئے ہوئے پرچے کے نتائج سے بے خبر ہوتا ہے یا اس سے عمداً آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ایک مومن اپنے نیک اعمال سے بڑھ کر اپنے بداعمال پر نگاہ رکھتا ہے اور ہمیشہ اس خوف میں مبتلا رہتا ہے کہ کہیں میں بداعمالیوں کے نتیجے میں پکڑا نہ جاؤں۔پس جہاں تک فطرت انسانی کا تعلق ہے وہ تو یکساں ہی ہے لیکن شعور کے نتیجے میں انسان کے ردعمل میں تبدیلیاں ہونے لگتی ہیں۔ایک جگہ بھلائی کی توقع اتنی زیادہ ہے کہ وہ حرص میں تبدیل ہو جاتی ہے اور برائی سے انسان غافل ہوتا چلا جاتا ہے۔ایک جگہ

برائی کی توقع ایک اور رنگ میں ظاہری ہوتی ہے یعنی اپنی بداعمالیوں پر نظر کرتے ہوئے یہ خوف انسان کو لاحق رہتا ہے کہ میں ان بداعمالیوں کے نتیجے میں کسی برے نتیجے کا شکار نہ ہو جاؤں اس لئے خدا سے وہ دعائیں کرتا رہتا ہے، استغفار کرتا رہتا ہے، تمنا رکھتا ہے کہ جانتے بوجھتے دیکھتے ہوئے بھی صرف نظر فرمائے۔ لاعلمی کے نتیجے میں نہیں بلکہ اپنے حسن خلق کے اظہار کے طور پر۔ یہ وہ مضمون ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اور درحقیقت وہ لوگ جو اپنی بداعمالیوں سے صرف نظر کرتے چلے جاتے ہیں ان کا انجام اس میں دکھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان کی تمام بدیاں ان کی نظر سے غائب ہو جاتی ہیں۔ اندھا پن جو اس آیت میں ظاہر کیا گیا ہے وہ اپنی بدیوں کے حقائق سے اندھا پن ہے۔ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ فرمایا گیا ہے۔ وہ اپنی سرکشی میں، اپنی بداعمالیوں میں اس طرح آگے بڑھتے ہیں جیسے ایک اندھا بغیر علم کے کہ یہ راہ اس کو کہاں لے کر جائے گی وہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ وہ اپنی طغیانیوں کی لہروں پر موج در موج آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جبکہ اپنی راہ کی تعیین کرنا ان کے اختیار میں نہیں ہوتا جس طرف طغیانی کی لہریں ان کو لے جاتی ہیں پھر اسی طرف سے وہ بہتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم وہ ممتحن تو نہیں جو تمہاری غلطیوں سے ناواقف رہتے ہیں۔ ہماری تو باریک در باریک کمزوریوں پر اور باریک در باریک نیکیوں پر بھی نگاہ رہتی ہے۔ لیکن ہم اپنی مغفرت میں صرف نظر کے لحاظ سے اتنا وسیع حوصلہ رکھتے ہیں کہ ہم تمہیں ڈھیل پر ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں کہ شاید کوئی وقت ایسا آئے کہ تم اپنے کئے پر پچھتاؤ اور شرمندہ ہو اور اچانک تمہارا ضمیر بیدار ہو جائے اور تم واپسی کی فکر کرو۔

یہ وہ مضمون ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو ہمیں دیکھو ہم کتنا بڑا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اگر ہم بھی تمہاری طرح اپنے اعمال کا اجر حاصل کرنے میں جلدی کرتے یعنی اگر ہم بھی تمہاری طرح بے صبری کا نمونہ دکھاتے اور جس طرح تم اپنے اعمال کے نتائج حاصل کرنے میں، جو اچھے اعمال ہیں، جلدی کرتے ہو، اپنی محنت کا پھل حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہو، اسی طرح ہم تمہاری بدیوں کا پھل دینے میں جلدی کرتے تو تمہاری بدیاں تمہارے نیک اعمال پر اس طرح غالب ہیں کہ تمہاری صف لپیٹ دی جاتی اور تمہیں کوئی مہلت نہ دی جاتی۔ گویا عمر کے جو پیمانے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں ان کا درحقیقت ہمارے نیک اعمال یا بداعمال سے براہ راست

تعلق نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے حوصلے اور وسیع القلبی سے تعلق ہے۔ حوصلے اور وسیع القلبی کا لفظ اگر چہ حقیقۃً تو خدا تعالیٰ پر چسپاں نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کی ذات ماوراء الوریٰ ہے لیکن انسانی محاورے کی کمزوری ہے جس کی وجہ سے ہم ایسے محاورے بار بار خدا کے لئے استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جنہیں ہم خود سمجھتے ہیں اور تمثیلاً اللہ تعالیٰ کے اوپر ان کا اطلاق کرتے ہیں۔ پس اس پہلو سے میں وسیع القلبی اور بلند حوصلے کی بات کر رہا ہوں۔

اس آیت پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں متوجہ فرما رہا ہے کہ دیکھو ہمارا حوصلہ دیکھو، ہماری وسیع القلبی دیکھو کہ تم بداعمال کرتے چلے جاتے ہو۔ ایسے بداعمال جن کے نتیجے میں لازماً تمہیں ہلاک ہو جانا چاہئے اور ہم تمہاری ہلاکت کا وقت ٹالتے چلے جاتے ہیں اور تمہیں موقعہ دیتے چلے جاتے ہیں اور جب تم کوئی اچھے کام کرتے ہو یا دنیا میں محنت کرتے ہو تو اپنی بھلائی کی توقع میں اور اپنے حقوق کے طلب کرنے میں ایسی جلدی کرتے ہو کہ گویا اگر بس چلے تو تاخیر سے تمہارا اجر دینے والے کا سر توڑ دو۔ یہ جتنی بھی دنیا میں لیبر یونینز بنی ہوتی ہیں یا اس قسم کی یونینز قائم ہیں یا ایسوسی ایشنز قائم ہیں جن میں حقوق طلب کرنے میں شدت پائی جاتی ہے یہ دراصل اسی رجحان کا ایک نتیجہ ہیں۔ ہر معاملے میں انسان اپنے حق پر نظر رکھتا ہے اور اس میں اتنی جلدی کرتا ہے کہ وہ بھول جاتا ہے کہ میں نے جو حق تلفیاں کی ہوئی ہیں اگر ان حق تلفیوں میں بھی مجھ سے ویسا ہی سلوک ہو اور جلدی مجھے سزا ملے تو میرا پھر کیا حال ہوگا۔ اس کے نتیجے میں میں اس دنیا میں رہنے کے لائق بھی رہوں گا کہ نہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا ایک بہت سا حصہ انسان کی نظر سے مخفی رہتا ہے اور مومن کی نظر سے بھی اس کا ایک حصہ مخفی رہتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کو اکثر چھپائے رکھتے ہیں اور اسی طبعی رجحان کے نتیجے میں اپنی خوبیوں کو ابھار کر اور نکھار کر پیش کرتے ہیں اس لئے ہمارے جو حالات ہماری سطح پر دکھائی دیتے ہیں وہ در حقیقت ہماری تمام حقیقت کو آشکار کرنے والے نہیں ہوا کرتے۔ ہماری وہ حقیقتیں جو ناپسندیدہ ہیں جو مکروہ ہیں جو اس بات کی سزاوار ہیں کہ ہمیں سزائیں دی جائیں وہ حقیقتیں جہاں تک ممکن ہیں ہم اپنی ذات کے اندر چھپائے رکھتے ہیں اور وہی باتیں ظاہر کرتے ہیں جن میں خیر کی طلب ہو جن کے نتیجے میں خیر کی توقع ہو۔ پس انسانی زندگی پر اگر اس آیت کے مضمون کو اطلاق کر کے دیکھیں تو اکثر انسان کا مخفی حصہ وہی ہے جو بدی سے تعلق رکھنے والا ہے اور انسان کا اکثر اچھا

حصہ وہی ہے جو اس کی نیکیوں کا نچوڑ ہے جس کو وہ اچھال کر سطح پر لے آتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری بدیوں پر بھی ہماری نگاہ ہے اور گہرائی تک نگاہ ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہاری بدیوں اور بداعمالیوں سے غافل ہے۔ تم نے جو چند نیکیاں اچھال کر ان کے اجر کے مطالبے شروع کئے ہوئے ہیں یا ان کے اجر کی توقعات رکھتے ہو اگر وہ بدیاں بھی اسی طرح اجر کی سزاوار ٹھہریں جن کو تم چھپائے ہوئے ہو تو نیکیوں کا اجر دینے کا تو سوال کیا، تم دنیا میں صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جاؤ۔

حضرت عمرؓ نے جو وصال کے وقت بار بار بے چینی سے یہ دعا کی کہ ''لَا لِـيْ وَلَا عَـلَـيَّ '' (بخاری کتاب الاحکام حدیث نمبر:۶۶۷۸) تو درحقیقت وہ ایک عارف باللہ کی دعا تھی جو جانتا تھا کہ جو نیکیاں دنیا کو دکھائی دے رہی ہیں اس کے علاوہ کچھ اور بھی اعمال ہیں جو یا مجھے دکھائی دیتے ہیں یا میرے خدا کو دکھائی دیتے ہیں۔

پس ردعمل تبدیل ہوتے ہیں عرفان کے ساتھ ورنہ انسانی فطرت تو تبدیل نہیں ہوتی ہر شخص اپنی بداعمالیوں کو چھپاتا ہے، خواہ وہ نیک ہو خواہ بد ہو نیک انسان اپنی بداعمالیوں پر نگاہ رکھتا ہے۔ بدانسان اپنی بداعمالیوں سے غافل رہتا ہے۔ نیک انسان اپنی بداعمالیوں سے گھبرا کر بعض دفعہ یہ التجائیں کرنے لگ جاتا ہے کہ اے خدا! میری نیکیوں کا بے شک اجر نہ دے مگر میری بداعمالیوں پہ نہ پکڑنا اور یہ کہتے ہوئے وہ جانتا ہے کہ اس دعا میں کوئی نقصان کا سودا نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کی فطرت میں جو ایک نمایاں بات تھی وہ سادگی اور سچائی تھی، بے لاگ اور صاف بات کرنیوالی طبیعت تھی۔ ان کی دعا میں بھی یہی رنگ ہے۔ ہم حضرت عمرؓ کو ان ساری خوبیوں سے جانتے ہیں جو خوبیاں آپ کی روزمرہ کی دینی خدمات کے رنگ میں ظاہر ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی ذات کو اپنے اندر ڈوب کر دیکھا ہے اور انکساری کی نظر سے دیکھا ہے۔ وہ معمولی معمولی کوتاہیاں بھی جو عام انسانوں کی زندگی میں کوتاہیاں کہلاتی ہی نہیں وہ نیک انسان کو اپنی بدیوں کے طور پر دکھائی دینے لگ جاتی ہیں۔ پس رجحان کا فرق ہے۔ آپ کا رجحان معلوم ہوتا ہے ہمیشہ اس طرف رہا کہ مجھ سے کیا کمزوری لاحق ہوئی ہے، کونسی غفلت ہوگئی ہے۔ کن باتوں میں میں حق ادا نہیں کر سکا۔ ان باتوں پر دھیان کرتے کرتے آپ کی عمر کٹی اور جو غم اپنے سینے میں چھپائے رکھا تھا وہ بے اختیار پھوٹ کر آخری سانسوں کے وقت زبان سے نکلا ہے اور آپ نے بار بار بے چین ہو کر یہ دعا کی۔ لَا لِـيْ وَلَا عَلَيَّ. لَا لِيْ وَلَا عَلَيَّ.

اے میرے خدا! مجھے میری نیک اعمالیوں کی خیر بے شک نہ دے۔ مگر تیری مغفرت کی قسم! میری بداعمالیوں سے صرف نظر کرنا اور میری کمزوریوں کو معاف کر دینا، میرا حساب برابر کر دینا۔ پس اگر چہ اس آیت کا اطلاق براہ راست مومن کی ذات پر نہیں ہوتا لیکن چونکہ فطرت انسانی مومن اور کافر میں مشترک ہے اور اس آیت کا گہرا تعلق انسانی فطرت سے ہے اس لئے مومن پر اس آیت میں سوچ وچار، غور و فکر کرنے کی بہت بڑی گنجائش ہے۔

اس مضمون کا ایک تعلق دعاؤں سے بھی ہے۔ ہم جب کسی قوم پر نظر کرتے ہیں، اس کے ظلموں پر نظر کرتے ہیں تو بعض دفعہ ان پر بددعا کرنے میں جلدی کر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ ہمیں اپنا مزاج سمجھا دیا اور مومن جو خدا سے سچی محبت رکھتا ہے، وہ طبعاً اور فطرتاً خدا کا مزاج اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پس مومن کے لئے اس میں دوسری نصیحت یہ ہے کہ دیکھو میرا خدا تو بہت ہی مغفرت کرنے والا ہے، بداعمالیوں کی سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ میں کیوں دعا کے ذریعے خدا کے اس مزاج کے خلاف تقاضے کروں۔ اللہ خیر پہنچانے میں تو جلدی کرتا ہے مگر بدی کے نتائج ظاہر فرمانے میں جلدی نہیں کرتا اور وہ جو موقعہ دیتا چلا جاتا ہے قوموں کو اس پہلو سے ہمیں اپنی دعاؤں کو بھی خدا کے مزاج کے مطابق ڈھالنا چاہئے۔ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ میں اگر چہ ان بدنصیبوں کا ذکر ہے جو اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ بہت سے انسان مہلت سے فائدہ بھی اٹھا جاتے ہیں۔

پس جماعت احمدیہ کو قرآن کریم کی اس آیت سے حاصل کردہ سبق کے نتیجے میں اپنی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کے مزاج کے مطابق ڈھالنا چاہئے اور ظالموں کے متعلق یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے خدا! تو ان کی کمزوریوں سے صرف نظر فرماتا چلا جا اور بخشش کی نگاہ رکھ اور مہلت دیتا چلا جا یہاں تک کہ وہ سب لوگ جو تیری مہلت سے فائدہ اٹھانے کی استطاعت رکھتے ہیں وہ مہلت سے فائدہ اٹھائیں۔ یہاں تک کہ قوم کا وہ سارا حصہ جس میں شرافت ہے، جس میں تقویٰ کی کوئی بو باقی ہے، جس میں اس بات کی صلاحیت موجود ہے کہ وہ گردوپیش سے عبرت حاصل کریں۔ اگر ان کو عبرت نصیب ہو جائے اور ان کی بدیاں دور ہونی شروع ہو جائیں اور وہ نیکیاں اختیار کرنے لگ جائیں تو اس سے بہتر کوئی اور چیز ممکن نہیں ہے۔ پس اے خدا! اس رنگ میں اس قوم کو مہلت دے کہ اس قوم

میں جس شخص میں، جس فرد واحد میں بھی نیکی کا کوئی بیج زندہ موجود ہے وہ بیج پنپ اٹھے اور تیرے فضل کے ساتھ اور تیرے کرم کے ساتھ جو حصے بچائے جا سکتے ہیں وہ بچائے جائیں۔

یہ وہ رجحان ہے جو اس آیت کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے وہ چیزیں ضائع نہیں ہونے دیتے۔ جیسے میں نے ایک دفعہ پہلے بھی خطبے میں ذکر کیا تھا، اگر پھل بھی گل جائے تو اس کو کاٹ کر تراشتے ہوئے اس تھوڑے سے حصے کو بھی بچانے کی کوشش کرتے ہیں جو صاف ستھرا موجود ہو۔ بعض لوگ ہیں جو اس معاملے میں لاپرواہ ہوتے ہیں اور خدا کے رزق کی قدر نہیں کرتے۔ پھل کا تھوڑا سا بھی حصہ گلا ہو تو اس کو اٹھا کر ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔ یہی حال ہم روزمرہ کی زندگی میں بچے ہوئے کھانے کے ساتھ ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ یہی سلوک بچی ہوئی روٹیوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ بعض لوگ روٹی کو ذرا سا داغ لگ جائے تو ساری روٹی اٹھا کر پھینک دیتے ہیں، ان کے لئے بھی اس آیت میں سبق ہیں۔ ان کو خدا کا مزاج اپنانا چاہئے اور جو حصہ بھی بچ سکتا ہو اس کو بچانا چاہئے۔ پس قوم کے ساتھ بھی اسی طرح ایک پہلو سے کنجوسی کا سلوک کریں۔ کنجوسی ان معنوں میں کہ جو حصہ بچ سکتا ہے اس کو ضائع نہیں ہونے دینا۔ پس مومن کی دعا میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں اس وقت جو حالات گزر رہے ہیں وہ دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قوم نے مسلسل قومی لحاظ سے تکذیب کر کے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو بہت بھڑکایا ہے۔ **شاذ ہی دنیا کی تاریخ میں ایسی قومیں ہوں جنہوں نے قومی طور پر اس طرح یکجائی طور پر فیصلہ کرتے ہوئے وقت کے نبی کی تکذیب کی ہو۔** ایسے واقعات شاذ کے طور پر نظر آتے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے ایسا ہی سلوک کیا گیا تھا جبکہ علماء نے، اس زمانے کے علماء ہی کہلاتے تھے جو بڑے لوگ تھے مختلف قبائل کے، انہوں نے مل کر اکٹھے ہو کر ایک آخری فیصلہ کیا آپؐ کی ہجرت سے چند دن پہلے کہ ہم سب نہ صرف اس شخص کی تکذیب پر متفق ہیں بلکہ اس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ ہم مل کر اس شخص کو بالآخر ہلاک کر دیں اور اس کے سلسلے کو نابود کر دیں۔ یہ دارالندوہ کا قومی فیصلہ تھا اور عجیب بات ہے کہ یہ فیصلہ ۷ رستمبر کو ہوا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے آنحضرت ﷺ کے زمانے کی تاریخ کو تقویم کے ذریعے شمسی سالوں کے مطابق تبدیل کروایا اور وہ

بہت ہی دلچسپ کیلنڈر بنا ہے۔ جسے انشاء اللہ جماعت کے استفادہ کے لئے شائع کیا جائے گا۔ اس کیلنڈر میں جو بعض نمایاں باتیں دکھائی دیتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ۷ ستمبر کو یہ فیصلہ ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نعوذ باللہ ساری قوم کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اس وجہ سے اس بات کے سزاوار ہیں کہ انہیں قتل کر دیا جائے اور ساری قوم اس میں متفق ہو جائے اور ۷ ستمبر ہی کو جماعت احمدیہ کے خلاف یہ فیصلہ کیا گیا اور ساری قوم اس میں متفق ہو گئی کہ یہ جماعت اسلام سے خارج اور گردن زدنی اور ہر قسم کے ظالمانہ سلوک کی مستحق اور سزاوار ہے۔

ضمناً ایک بات یہ بھی بتا دوں کہ ایک اور دلچسپ تاریخ جو نکلی وہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کا یوم وصال بعض گہرے محققین کے نزدیک ۲۶ مئی بنتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوم وصال بھی ہے۔ یہ دیکھ کر میری توجہ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کی طرف بھی منتقل ہو گئی کہ مسیحؑ میری قبر میں دفن کیا جائے گا۔ یدفن معی فی قبری (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ صفحہ: ۴۸۰) محاورۃً اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا میرا انجام ویسا اس کا انجام اور تاریخ کے لحاظ سے بھی بعینہٖ وہی انجام بنتا ہے یعنی ۲۶ مئی کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا وصال ہوا اور ۲۶ مئی کو ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا۔ بہر حال یہ ایک ضمنی بات تھی۔ یہ بات قطعی ہے کہ اس زمانے میں قوم نے ۷ ستمبر کو متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ آنحضرت ﷺ دین اور حق سے خارج اور گردن زدنی ہیں اور اسی فیصلے کی بنیاد ۷ ستمبر کو جماعت احمدیہ کے خلاف بھی ڈالی گئی۔ ساری قوم نے مل کر جماعت احمدیہ کی تکذیب کا فیصلہ کیا لیکن اس سے پہلے جب یہ فیصلہ ہوا تھا اس فیصلے کے باوجود خدا تعالیٰ نے قوم کو مہلت دی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ قوم کا ایک بہت بڑا حصہ ہلاک ہونے سے بچ گیا۔ پس اسی قومی تکذیب کے باوجود ان کے بچنے کی گنجائش ابھی بھی موجود ہے۔ خدا کی پکڑ جب تک نہیں آتی اس وقت تک ہمیں ہر صورت قوم کو بچانے کی کوشش کرنی چاہئے اور جو بھی حصہ خواہ گند میں مبتلا بھی ہو چکا ہو اگر کوئی صاف پہلو اپنی نیکی کا رکھتا ہے تو اس کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے اور اسے بھی نجات دے اس کے لئے بھی ہدایت کے سامان پیدا فرمائے۔

پس الفاظ خواہ کوئی بھی ہوں، دعاؤں کی روح یہ ہونی چاہئے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا، دعاؤں کے ساتھ کوشش بھی آخر وقت تک جاری

رہنی چاہئے ۔خالی دعائیں کرنا اور دوا چھوڑ دینا یہ بھی مومنوں کا دستور نہیں ہے ۔ دعائیں بھی جاری رکھیں ۔ دوائیں بھی کرتے رہیں اور اس وقت سب سے زیادہ ضرورت پاکستان کو، پاکستان میں بسنے والے پاکستانیوں کو اور پاکستان سے باہر بسنے والے پاکستانیوں کو یہ کھول کھول کر بتانے کی ضرورت ہے کہ تم اپنی حالیہ تاریخ پر نظر ڈالو۔ تم نے کیا کیا کام کئے ہیں جن کے نتیجے میں خدا تم سے یہ سلوک کر رہا ہے۔ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ گزشتہ گیارہ سال میں ملک میں اسلام نافذ ہوا ہے ۔تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم نے شریعت کے نفاذ کے سلسلے میں وہ کچھ کیا جو ضیاء کے دور سے پہلے کوئی دنیا میں کر نہیں سکا۔ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ جماعت احمدیہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر اور تمام مراعات سے محروم کر کے تم نے اسلام کی عظیم الشان خدمت کی ہے ۔تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم نے نوے سالہ مسائل حل کئے اور ایسا ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا جس کی نظیر دوسری اسلامی تاریخ میں دکھائی نہیں دیتی اگر یہ سارے دعوے سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو تم پر بہت زیادہ مہربان ہو جانا چاہئے تھا۔ اللہ تعالیٰ تو اس آیت میں فرماتا ہے کہ میں کافروں سے بھی صرف نظر فرماتا ہوں ۔ان کی بداعمالیوں کی سزا دینے میں بھی جلدی نہیں کرتا۔ تمہارے معاملے میں خدا تعالیٰ کو کیا ہو گیا ہے کہ تمہاری نیکیوں کی جزاء تو نہیں دے رہا اور تمہاری بداعمالیوں کی سزا دینے میں اتنی جلدی جلدی آگے بڑھ رہا ہے کہ روز بہ روز تمہاری حالت بگڑتی چلی جارہی ہے ۔ مختلف قسم کے مریض ہوا کرتے ہیں۔ بعضوں کی حالت سالوں میں بگڑتی ہے، بعضوں کی دنوں میں بعضوں کی گھنٹوں میں بگڑتی ہے۔ تم تو اس حال کو پہنچ گئے ہو کہ ہر دم تمہاری حالت غیر ہوتی چلی جارہی ہے ۔ دنیا کی ہر برائی تمہارے قومی وجود کا حصہ بن چکی ہے اور ہر قسم کی بدیوں نے تمہیں گھیر رکھا ہے۔ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ (البقرہ:۸۲) والا منظر ہمارے سامنے ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض ظالم اور گناہ گار ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی خطیئہ ان کو گھیرے میں لے لیتی ہے۔ نکلنے کا رستہ نہیں رہتا۔ وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ (ص:۴) کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ حال ہے اس وقت اور پاکستان میں عام مسلمان شہریوں کا سوال یہ ہے اور یہ بتانے کی ضرورت ہے یہ سوال اٹھانے کی ضرورت ہے کہ تم نے گزشتہ پندرہ بیس سالوں میں کیا کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ احمدیوں کو دائرہ اسلام سے باہر نکال کر تم نے ایک تاریخی خدمت دین کی ہے۔ احمدیوں پر ظلم وستم روا رکھ کر تم نے دین حق کی ہر

طرح سے پاسداری کی اور جس حد تک ممکن تھا۔ تم نے فاسقوں اور ظالموں کو سزائیں دے کر خدا کی یعنی اپنی دانست میں خدا کی رضا حاصل کی ہے اور یہ کیسی خدا کی رضا ہے، اتنے بڑے مجاہدین، اتنے عظیم الشان خدمت دین کرنے والے اس طرح خدا کی نظر سے گرائے گئے ہوں کبھی دنیا کی تاریخ میں کوئی اور بھی ایسا منظر دیکھا ہے۔ کوئی ایک بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے رضا کے اظہار کا نمونہ پاکستان میں آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ ظلم، سفاکی، بدی ہر چیز میں قوم اتنا بڑھ چکی ہے کہ اب کھلم کھلا اخباروں میں اشتہار شائع ہو رہے ہیں۔ بعض ایسوسی ایشنز بن گئی ہیں جو اشتہارات کے ذریعے بدیاں گنواتے ہیں کہ یہ یہ بدیاں اس قوم میں ہیں۔ کوئی اچھائی ہے تو بتاؤ ہمیں ہم اس سچائی کی تلاش میں ہیں۔ کہیں کوئی اچھائی قوم میں ایسی باقی دکھائی نہیں دیتی کہ جو خود بخود دکھائی دینے لگے اس لئے لوگ اشتہار دے رہے ہیں کہ اگر کسی کی نظر میں کوئی خوبی ہو جو ہماری نظر میں نہ آئی ہو تو مہربانی فرما کر فلاں فون نمبر پر یا فلاں پتے پر خط لکھ کر ہمیں بتائیں کہ ایک خوبی ابھی باقی رہ گئی ہے اور بدیاں کھلم کھلا اور نمایاں طور پر جلی قلم کے ساتھ لکھوا کر وہ شائع کروا رہے ہیں اور کوئی جواب دینے والا باقی نہیں ہے۔ کوئی کہنے والا نہیں ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ ہم ان بدیوں میں مبتلا نہیں ہیں۔ پس یہ وہ تاریخ ہے جو گزشتہ پندرہ بیس سال کے اندر ہم نے Unfold ہوتی ہوئی، اس طرح کھلتی ہوئی دیکھی ہے جس طرح پتی کھل رہی ہو تو آہستہ آہستہ کھل کر وہ پورے صفحے کی طرح سامنے آجاتی ہے۔ اس طرح قوم کے اعمال نامے کا صفحہ اب کھل چکا ہے اور ہر کوئی دیکھ رہا ہے۔ صرف یہ ان کو ہوش نہیں کہ یہ کیوں ہمارے ساتھ ہو رہا ہے کہ دوٹوک واضح سوالات کرنے کی ضرورت ہے اور بار بار یہ سوالات کرنے کی ضرورت ہے کہ بتاؤ تم نے کیا کیا ہے اس عرصے میں؟ اسلام کی سب سے بڑی خدمت تم نے کیا سرانجام دی تھی۔ اس خدمت کی یہ جزاء ہے جو خدا دیا کرتا ہے؟ پہلوں کو کیوں نہیں خدا نے ایسی خدمتوں کی جزاء دی۔

پس صاف پتا چلتا ہے کہ اس قوم کا جرم صرف یہی ہے کہ اس نے بحیثیت قوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی اور پھر ظلم اور افتراء میں بڑھتی چلی گئی۔ ہر طرح کے گند حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر اچھالے گئے آپ کی تصویروں کو بھیانک صورتوں میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ کے اوپر ہر قسم کے بہتان باندھے گئے، ہر قسم کی گالیاں دیں اور قوم

نے کھلے بندوں لوگوں کو اجازت دی کہ جتنا چاہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر مغلظات بکتے چلے جاؤ۔ اگر نہیں اجازت تو دفاع کی اجازت نہیں ۔ یہ کارنامہ ہے جو قوم نے اس عرصے میں سرانجام دیا ہے اور یہ کارنامہ اگر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا تھا تو یہ رضا ہے خدا کی جو تم دیکھ رہے ہو بہت ہی خوفناک رضا ہے۔ اس سے تو خدا کی طرف سے عذاب بہتر ہے اگر یہ خدا کی رضا ہے۔ اس لئے ہوش دلانے کی ضرورت ہے ۔ ممکن ہے جھنجوڑنے سے، بار بار پکارنے سے کچھ لوگ جن کی قسمت میں جاگنا ہے وہ اٹھ کھڑے ہوں ۔ وہ دیکھنے لگ جائیں، ان کو شعور پیدا ہو جائے اور جتنا حصہ قوم کا ہے بچ سکتا ہے بچ جائے ۔ پس ان کنجوسوں کی طرح جو خدا کا رزق ضائع نہیں ہونے دینا چاہتے وہ گلے ہوئے پھل میں سے بھی کچھ ٹکڑا کاٹ کر الگ کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ رزق بندوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم کیوں اسکو ضائع ہونے دیں ان کنجوسوں سے بڑھ کر اس قوم سے سلوک کریں ۔ جس قوم کو یہ ملک خدا کے نام پر عطا ہوا تھا۔ اس قوم کا حق ہے کہ اس سے بڑھ کر کنجوسی کا یعنی اس پہلو سے جس پہلو سے میں نے وضاحت کی ہے سلوک کریں، جس قوم نے خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پر یہ وطن حاصل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو عقل دے اور شعور دے اور ہوش دے۔ جتنے بھی اس قوم میں سے بچائے جا سکتے ہیں وہ بچا لئے جائیں کیونکہ اب وقت تھوڑا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا کی پکڑ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور یہ لوگ اپنی طغیانیوں میں یَعۡمَهُوۡنَ، اندھوں کی طرح آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں اور کچھ پتا نہیں کہ ہم کس سمت میں بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہوش دے اور شعور عطا کرے اور جماعت احمدیہ کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ پہلے سے بڑھ کر اس پیغام کو قوم کے سامنے رکھیں اور اس سوال کو بار بار اٹھائیں اور جہاں تک ممکن ہے جھنجوڑ جھنجوڑ کر اس قوم کو جگانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ، کیونکہ بہت سے سخت دن میں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں اور اس آیت پر جب نظر پڑتی ہے تو اس کا جو دوسرا اندازی پہلو ہے اس سے دل لرزنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کو اپنی طغیانیوں میں آگے جانے دیتا ہوں ۔ بہت ہی خوفناک مہلت ہے جیسے کوئی خوفناک آبشار کی طرف ایک تختے کے ساتھ بندھا ہوا بے بس اور بے طاقت بڑھتا چلا جارہا ہو اور پہلے سے بڑھ کر وہ طغیانی جوش

دکھار ہی ہو اور پتا ہو کہ ابھی کچھ فاصلے کے بعد وہ (Fall) ہے وہ آبشار ہے جہاں سے گرنے کے بعد پھر کوئی واپسی کی راہ باقی نہیں رہ جاتی ہے ایسی ہی خوفناک ہلاکت کی آبشار کی طرف قوم کی طغیانیاں اس قوم کو لئے چلے جارہی ہیں۔ ایک دعائیں ہی ہیں اور پردرد دعائیں ہی ہیں اور انذار ہے جو دلوں کو ہلا دینے والا انذار ہو۔ جس کے نتیجے میں اس قوم کے بچنے کی کوئی امید پیدا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم بچانے والوں میں شمار کئے جائیں، ہلاک کرنے والوں میں شمار نہ ہوں۔ آمین